

جس کے معنی یہ ہیں کہ پہلے جو تھوڑی بہت کتابیں شائع ہو رہی تھیں ان کا بھی صرف ایک تہائی حصہ شائع ہو سکے گا۔ اس مصیبت کا کوئی حل نہیں نظر نہیں آتا۔ بجز اس کے کہ اللہ ہماری مدد فرمائے اور شیطان کے شکنجہ کو اگر توڑنا نہیں تو کم از کم اتنا ڈھیلا ہی کر دے کہ ہم ذرا جنبش تو کر سکیں۔

افسوس ہے کہ ہمارے حکمرانوں پر جنگ کا جنون روز بروز زیادہ شدت کے ساتھ طاری ہوتا جا رہا ہے۔ سچی کہ انھیں اب اپنی جنگی افواض کے مقابلہ میں اپنے اعمال کے اخلاقی پہلو کی سرے سے کوئی پروا ہی نہیں رہی ہے۔ وہ اس ملک کے تمام ذرائع و وسائل کو جنگ کی آگ میں جھونک دینا چاہتے ہیں، خواہ باشندگان ملک پر کچھ گزر جائے۔ بنگال کے قحط کو ابھی کچھ زیادہ دن نہیں گزرے ہیں۔ وہ قدرت کی طرف سے کسی دست کشی کا نتیجہ نہ تھا بلکہ سراسر انہی لوگوں کے جنون جنگ کا نتیجہ تھا۔ اگر ملک کے نظام حکومت کی باگیں کسی ایسے گروہ کے ہاتھ میں ہوتیں جس کے اندر اپنی اخلاقی ذمہ داری کا کچھ بھی احساس ہوتا تو اس کے ڈوب مرنے کے لیے یہ بات بالکل کافی تھی کہ لاکھوں بے گناہ انسان اس کی غلط پالیسی کی بدولت بھوک سے تڑپ تڑپ کر جان دیدیں۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ ہمارے حکمرانوں کی اکثر میں اس سے ذرا فرق نہ آیا، اور اسی سے ہم کو اندازہ ہو گیا کہ اب ہمیں جن سے سابقہ درپیش ہے ان سے کوئی ایسی توقع وابستہ نہیں کی جاسکتی جو ان لوگوں سے وابستہ کی جاتی ہے۔ اسی کیفیت کا فہوراب ایک دوسری شان کے ساتھ ہو رہا ہے۔ پہلے جس خود غرضانہ سنگدلی اور سنگدانہ بے حسی کا معاملہ ہماری جسمانی زندگی کے ساتھ برتا گیا تھا، اب وہی معاملہ ہماری علمی زندگی کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ باہر سے کاغذ کی دہ آدہ بند ہو جانے کے بعد ہندوستان کی تمام کاغذی ضروریات کا انحصار صرف اس کاغذ پر رہ گیا تھا جو اسی ملک کے کارخانوں میں تیار ہوتا ہے، اور وہ ملک کی اصل ضرورت کا پانچواں ۵۰ فی صدی حصہ پورا کر سکتا تھا۔ مگر اس پیداوار میں سے ان لوگوں نے افواض حکومت کے لیے بہت بڑا حصہ مخصوص کر لیا اور بہت ہی قلیل حصہ اہل ملک کے لیے چھوڑا۔ پھر جیٹا بنی حضرات کی جنگی پالیسی کی بدولت

ملک کی کاغذی پیداوار بڑھنے کے بجائے اٹلی تیس چالیس فی صدی کم ہو گئی، تو اب یہ اہل ملک سے مطالبہ
 زما رہے ہیں کہ اپنے کاغذ کے خرچ کو، جو پہلے ہی بہت کچھ گھٹ چکا تھا، ۷۰ فی صدی اور گھٹادیں تاکہ اس
 فضول ٹریجر کی اشاعت میں کمی کے بجائے کچھ مزید اضافہ ہو سکے جو جنگی پروپیگنڈا کے سلسلہ میں ہر طرف پھینکا
 جا رہا ہے اور جس کی کوئی اخلاقی قدر و قیمت بھی تصور کیے نہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس گروہ کو اپنی سرکاری
 اغراض کی خاطر ایک پورے ملک کے علوم و فنون و آداب پر سکوت موت طاری کر دینے میں ذرہ برابر تامل
 نہیں ہے اور یہ بظاہر جذب کار فرمایا بن حکومت نجسیر کسی شرم کے علی الاعلان ایسے فرامین جاری کر سکتے
 ہیں جن کا خیال بھی اگر کسی جذب آدمی کے دماغ میں آئے تو وہ اپنے آپ کو مجرم محسوس کرنے لگے۔

پھر لطف یہ ہے کہ ان فرامین کے اجرا و نفاذ میں بالکل ایک مشین کی سی بے عقلی سے کام لیا جا رہا
 ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اس کاروبار کو چلا رہے ہیں انھیں علوم و آداب سے آشنائی کا کبھی
 اتفاق نہیں ہوا اسی لیے ان کی سادہ بینائی میں تمام مطبوعہ کاغذ ایک ہی درجہ و مقام رکھتے ہیں۔ وہ اس
 ٹریجر میں جو اپنی کوئی علمی و اخلاقی یا تمدنی قدر و قیمت نہیں رکھتا اور اس ٹریجر میں جو حقیقت کوئی قدر و قیمت
 رکھتا ہے، کسی قسم کا فرق نہیں کرتے، بلکہ سب کو ایک ہی کلاسی سے پاگھٹا چاہتے ہیں۔ جس جہالت کا ثبوت بلا
 کا وہ بگاڑا دیتا ہے جو بہترین علمی کتابوں کو ناولوں اور افسانوں کے ساتھ ملا کر ایک ہی بھاؤ بیچ ڈالنا
 ہے، ٹھیک اسی جہالت کا ثبوت یہ لوگ دے رہے ہیں جو یورپ اور ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں
 برسوں تعلیم پانے کے باوجود محض ایک غیر انسانی حکومت کی مشینری میں نصب ہو جانے کی وجہ سے ذوق
 و تمیز کے ابتدائی احساسات تک کھو بیٹھے ہیں۔ انھوں نے آج تک اس امر کی کوئی کوشش نہیں کی، اور
 نہ اب کسی کوشش کے آثار نظر آتے ہیں کہ کاغذ کے اس مصنوعی قحط کی ہلاکت آفرینیوں سے حقیقی فائدہ بخش
 ٹریجر کو حتی الامکان بچائیں اور اپنا کھلاڑا۔ اگر اسے چلانا ہی ہے تو۔ اس گندے اور خشن اور

فضول لٹریچر پر جہاں میں جو ملک کے اخلاق کو غارت اور مال کو ضائع کر رہا ہے۔

ان تمام کارروائیوں کو جائز ثابت کرنے کے لیے موجودہ جنگ کو ہماری قومی جنگ قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ لیکن ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ جہاں یہ جنگ حقیقت میں قومی جنگ ہے وہاں بھی یہ صورت حال نہیں ہے۔ اگرچہ ان سب قوموں نے اپنا سب کچھ لاکر اس کشمکش موت و حیات میں بھونک دیا ہے، مگر ان میں سے کسی نے بھی اپنی عملی زندگی پر حتی الامکان کوئی آئینہ نہیں آنے دی ہے۔ سوویٹ روس سے بڑھ کر اس جنگ میں غالباً کسی ملک پر تباہی نہیں آئی ہے، مگر دنیا کو معلوم ہے کہ اس عام قومی تباہی کی حالت میں بھی نون علوم و آداب کی اشاعت برتنور پوری آب و تاب کے ساتھ جاری ہے۔ تقریباً ہی حال جرمنی و انگلستان کا ہے کہ دونوں ملک اپنی قومی زندگی کا فیصد تلوار کے حوالے کر کے دیوانہ وار لڑ رہے ہیں لیکن اس دیوانگی میں بھی انہیں اتنا ہوش ہے کہ مفید لٹریچر کی اشاعت میں انھوں نے کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہونے دی ہے۔ پس جنگ و اس کی ضروریات کا عذر فی الواقع محض ایک عذر رنگ ہے۔ حقیقت جو کچھ ہے وہ صرف یہ ہے کہ ایک قوم پر دوسری قوم کا خود غرضانہ تسلط، خواہ کتنے ہی بجزیب اخلاقی نقاب اوڑھنے، مگر ہر آزمائش کے موقع پر اپنا گھناؤنا چہرہ دکھا کر ہی رہتا ہے۔

ہم نے اس جنگ کے دوران میں اپنے حکمرانوں کو براہ راست کبھی مخاطب نہیں کیا ہے کیونکہ وہ دینکے سامنے اپنے آپ کو اخلاقی حیثیت سے مخروبنہ کر پیش کرنے کے لیے باشندگان ملک کو راست گوئی سے باز رکھنے کی بہت سی تدبیریں قانون کے نام سے اختیار کیے بیٹھے ہیں، اور ہم وقتی معاملات کی خاطر اپنے اس کام کو خطرے میں ڈالنا نہیں چاہتے جو مستقبل کے تعمیری و اصلاحی انقلاب کے لیے ہم کر رہے ہیں، اسی لیے ہم نے ان کے بہتے اخلاقی جرائم پھیلے چار پانچ سال میں دیکھے اور دل پر جبر کر کے سکوت اختیار کیا۔ لیکن اب کہ سرے سے وہ کام ہی تمام ہوتا نظر آ رہا ہے جس

کی خاطر یہ سارا سکوت تھا، ہم ان لوگوں سے کسی جذبہ نفرت و غضب کے بغیر خالص جذبہ خیر خواہی کے ساتھ رہ کر اپنا چاہتے ہیں کہ جنگ اور اس کی ضروریات کتنی ہی شدید نہی، مگر براہ کرم اپنے حواس بچا رکھو۔ تم وقتی فائدہ و نقصان کی فکر میں اتنے کھوئے جا رہے ہو کہ اپنی حرکات کے دور رس اخلاقی نتائج سے تم نے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ تم بھول چکے ہو کہ زندگی کی کشمکش میں اخلاقی شکست کھا جانے کے بعد کوئی فوجی فتح تم کو عزت کے مقام پر برقرار نہیں رکھ سکتی اور نہ مجرد مادی طاقت کے بل پر تم زیادہ مدت تک دنیا میں برابر اقتدار رکھ سکتے ہو۔ تمہیں یہ بھی یاد نہیں رہا ہے کہ زمانہ ساکن نہیں بلکہ متحرک ہے اور وہ شخص سخت نادان ہے جو آج کی مصلحت بینیوں میں گم ہو کر کل کی مصلحت کو فراموش کر دے۔ وقت خواہ کتنا ہی بڑا ہو بہر حال گزر جاتا ہے، مگر اپنی ایک مستقل یادگاتاریخ میں چھوڑ جاتا ہے اور اس کے برے اثرات نسلوں تک چلتے رہتے ہیں۔ تم نے اگر اس وقت کو ظم زیادتی کے ساتھ گزارا تو یہ ہم پر سے بھی بہر حال گزرے گا اور تم پر سے بھی، مگر اس طرح کہ تم اپنی آئندہ نسلوں کے لیے تاریخ میں ایک ایسی شرمناک میراث چھوڑ جاؤ گے جس پر وہ صدیوں تک دنیا میں نظر اوجھی نہ کر سکے گی۔ امریکہ میں تمہارے اسلٹا نے تمہارے لیے ایسی ہی میراث چھوڑی تھی جس کا نتیجہ آج بہ دیکھ رہے ہو کہ امریکن کے سامنے تمہاری نگاہ سچی ہے۔ آئرلینڈ میں تمہاری ہی میراث چھوڑی، اور آج تم کو تجربہ ہو گیا کہ تمہارے قریب بن ہمسایہ نے تمہارے اخلاق کا کیا اثر لیا ہے۔ اب کیا تم ہندوستان میں بھی ایسی ہی میراث چھوڑنا چاہتے ہو؟ تمہارے اصل کارنامے وہ نہیں ہیں جو تم آپ ہی اپنی طرح میں بیان کر لیا کرتے ہو بلکہ وہ ہیں جو تاریخ میں باقی رہ جائیں۔ اور تاریخ میں رہے تو قوموں کی تصویریں تم دیکھ چکے ہو۔ پھر کیا تم نے غم کر لیا ہے کہ اپنی تصویر کے لیے بھی ایسی گیسری میں کوئی بند بٹہ محفوظ رکراؤ گے؟

ہمارے رفقا کو متنبہ ہو جانا چاہیے کہ اب اس پیغام کی اشاعت اس محدود پیمانہ پر بھی شاید جاری نہ رہ سکے گی جس کے پچھلے دو سال میں جاری رہی ہے۔ اس لیے ان کی ذمہ داریاں پہلے سے اب کئی گنی زیادہ ہو جائیں گی۔ مرکز سے اشاعت کا کام فی الجہہ جتنا رہے تو آپ محض طریقہ کو بندگان خدا تک پہنچا کر بھی ایک حد تک اپنے فرض تبلیغ و دعوت سے سبکدوش ہو سکتے ہیں لیکن جب اس اشاعت کا کام شیطانی مزاحمتوں سے رُک جائے یا برائے نام ہی باقی رہ جائے تو دعوت و تبلیغ کا

سارا بوجھ آپ ہی حضرات پر اٹھائے گا۔ اب آپ میں سے ایک ایک شخص کو چاہئے پھر تہ طریقہ کی حیثیت سے کام کرنا پڑے گا۔ سستی چھوڑ دینے اور سی میں سرگرم ہو جائیے۔ عام جمعوں میں لٹریچر نائیے، اپنے حلقہ ملاقات میں زبان سے دعوت کو پہنچائیے، شیخ احمد رضا کی طرح خطوط سے دکتوں اور عزیزوں میں ان خیالات کو پھیلانیے، اور اس احساس کے ساتھ کام کیجیے کہ آپ کو اپنے رب کے سامنے اپنے ادا سے فرض کا ثبوت پیش کرنا ہے۔ یہ فساد جو خلق خدا میں ہر طرف پھیلا ہوا ہے، اس کی ذمہ داری میں شریک نہ ہونا اور اپنی حد امکان تک صلاح کی سعی کرنا یہی دو چیزیں ہیں جو آپ کے انجام کو مجرمین کے انجام سے الگ کرگیں گی، اور نہ بعینہیں کہ آپ اپنی نمازوں اور اپنے روزوں کے باوجود اسی ٹھکانے پر پہنچ جائیں جس کی طرف قیافتدیر رقتا جارہا ہے۔

دعوتِ اصلاح کے سلسلہ میں ایک ہم بات جس کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، یہ ہے کہ وسیع پیمانہ پر منتشر و متفرق تبلیغ اگرچہ مسابقت بیکوش ہونے کے لیے کافی ہو سکتی ہے لیکن یہ حکیمانہ تبلیغ نہیں ہے اور کبھی وہ نتائج پیدا نہیں کر سکتی جو ہمیں مطلوب ہیں۔ اس بجائے محدود پیمانہ پر مستقل اور مسلسل تبلیغ زیادہ حکیمانہ، زیادہ مفید اور زیادہ نتیجہ خیز ہوتی ہے۔ تبلیغ دراصل ایک قسم کی تخم ریزی ہے۔ تخم ریزی کی ایک صفت وہ ہے جو ہواؤں اور جانوروں کے ذریعہ سے انجام پاتی ہے جس سے ہر طرح کے بیج ہر طرف زمین میں پھیل جاتے ہیں اور منتشر طور پر قسم قسم کے درخت لگاتے ہیں۔ ایسی تخم ریزی کی پیداوار میں کوئی نظم نہیں ہوتا اور نہ کوئی باقاعدہ فصل کاٹی جاسکتی ہے۔ دوسری قسم کی تخم ریزی وہ ہے جو ایک کان کن ہے۔ وہ ایک ہی زمین پر عمل محنت کر کے اسے تیار کرتا ہے پھر ایک منصوبہ مطابق اس میں بیج ڈالتا ہے، پھر وہ ہم اس کو پانی دیتا اور اس کی خبر گیری کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ ویسی ہی فصل تیار ہو جاتی ہے جیسی اس کو مطلوب تھی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے رقتا اپنی تخم ریزی میں ہواؤں اور پرندوں کا سا طریقہ اختیار نہ کریں بلکہ کسان کا سا طریقہ اختیار کریں ہر شخص اپنے قریبین باحوال میں سے ایک ایک حلقہ کو منتخب کرے گویا باقاعدہ اپنے چارج میں لے لے اور اس کے مسلسل کام کرے۔ پہلے وہ اساسی عقائد اور بنیادی اصول اخلاق پیش کرے جن سے زمین تیار ہو۔ پھر تدریج دین و اخلاق کے اصول کلیات کو فروغ اور تفصیلاً کی طرف بڑھے اور ہم اپنی تلقین اور اپنے عملی تبراؤ اور اپنی ہدایت نگرانی سے اس امر کی کوشش کرنا ہے کہ جو لوگ اس کے زیر اثر آئے ہیں ان کے اندر مکمل عقائدی، اخلاقی اور عملی انقلاب رونما ہو جائے۔

اس کے بعد اپنی لوگوں کو خواہ وہ تعداد میں کتنے ہی کم ہوں، دوسرے لوگوں میں اس طرز کی کاشتکاری کے لیے استعمال کرنا شروع کرے اور اپنی نگرانی و رہنمائی میں ان کام لے۔ اس طرح نتائج کے حصول میں دیر تو ضرور ہوگی اور ابتداءً رفتار کا بے حد سست ہے گی، لیکن اس سے جو نتائج بھی حاصل ہوں گے پائیدار ہوں گے اور پھر ایک فصل کے تیار ہوجانے کے بعد دوسری زمینوں میں یہ کاشت اعضا فاسفاعقہ کے تناوب سے پھیلنے لگا جائے گی۔

اس طرح خود ہمارے رفتار کی یہی اخلاقی تربیت بھی بہترین طریقہ پر ہوگی۔ صبر کے ساتھ ایک مقصد کے لیے مسلسل اور ترتیباً کام کرنے کی عادت پڑے گی۔ اپنے نصب العین کی خاطر وقت، محنت اور مال خرچ کرنے کی توجیہ ہوگی۔ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور مہارنے کی مشق ہوگی۔ دل اور دماغ پر رفتہ رفتہ وہ تحصیل پوری طرح چھا جائے گا جسے دوسروں کے ذہن میں اتارنے کی فکر میں ہر وقت لگے ہوں گے۔ اپنی ایک ایک کمزوری اور خامی اور اخلاقی و عملی کوتاہی دوسروں کے سینے میں ان کے ساتھ نمایاں ہوگی اور اگر انھیں فی الواقع ایک نئی اعلیٰ و مصلحہ کی حیثیت سے کام کرنا ہے تو وہ خود اپنے ہر نقص پر توجہ کر کے اسے دور کرنے کی سعی کریں گے۔ انسانی نفسیات کو سمجھنے اور زندگی کے حقیقی مسائل کو جاننے اور محسوس کرنے کا موقع ملے گا۔ طرح طرح کے اشخاص اور معاملات اور مسائل سے قریبی سابقہ پیش آئے گا۔ اپنا راستہ اپنانے اور دوسروں سے کام لینے کا ڈھنگ معلوم ہوگا۔ اور رفتہ رفتہ لیڈر شپ کی وہ ابتدائی تربیت حاصل ہوگی جو آگے چل کر ہمارے اس کام کے لیے گروپ لیڈر س پیدا کرنے میں مددگار بن جائے گی۔

یہ وہ مصطفیٰ ہیں جن کی بنا پر ہم نے دہلی اور حیدرآباد کے اجتماعات میں رفتار کو شہود دیا تھا کہ ان میں سے جو تعلیم یافتہ ہیں وہ اپنے اپنے محلہ یا گاؤں میں سے چند غیر تعلیم یافتہ لوگوں کو علم کی طرف رغبت لاکر باقاعدہ اپنے چارج میں لیں اور تعلیم مانغان کے عابری پرچے میں بیٹھیں اس امر کی سعی شروع کر دیں کہ جن آدمیوں کو انھوں نے اپنے چارج میں لیا ہے انھیں نہ صرف اپنے آئینہ عمل کے مطابق مکمل مسلمان بنائیں گے بلکہ انہی کو آئندہ کے لیے اپنا رفیق کار بھی بنائیں گے۔

مجھے امید ہے کہ تمام تعلیم یافتہ رفتار جلد ہی سے جلد ہی اس کام کی طرف توجہ کریں گے۔